مولانا شہاب الدین ندوی

اسلامی شریعت کی معقولیت و سدا بہاری

(۲)

اسی طرح خود موجودہ ترقی یافتہ مغربی ممالک میں جو عیسائی مذہب کے پیروکار ہیں اور جن کے یہاں طلاق کسی بھی صورت میں جائز نہیں تھی بلکہ ان کا عقیدہ و تصور یہ تھا کہ جس کو خدا نے باندھا ہے اسے کوئی توڑ نہیں سکتا، عصرِ جدید میں طلاق کو نہ صرف جائز قرار دے دیا بلکہ اب وہاں پر طلاق کی وبا ایک طاعون کی طرح پھیل گئی ہے۔ چنانچہ کینڈا میں ۱۹۶۸ء میں انگلینڈ میں ۱۹۶۹ء میں اور اٹلی میں ۱۹۷۰ء میں طلاق کے قانون کو منظوری دی گئی۔

(انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا: ۴/ ۱۰۰۳)

چنانچہ ایک رپورٹ کے مطابق اٹلی میں یہ قانون منظور ہوتے ہی دس لاکھ لوگوں نے طلاق کی درخواست دے دی۔ اور امریکہ میں ۱۹۷۹ء میں صرف ایک سال کے عرصہ میں بارہ لاکھ لوگوں نے طلاق حاصل کی اور اب حال یہ ہے کہ وہاں پر ہر دو نکاحوں میں سے ایک کا نتیجہ طلاق نکلتا ہے اور اس طرح وہاں کا خاندانی نظام چوپٹ ہو گیا ہے۔

(ملاحظہ ہو امریکی مصنف ڈائر DYER کی کتاب "کورٹ شپ میرج اینڈ فیملی ص۲۳۲)

ان ہولناک اعداد و شمار کے مقابلے میں مسلم ممالک اور مسلم معاشرہ میں ہونے والے اِکّا دُکّا واقعاتِ طلاق کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہے۔ مگر مسلم معاشرہ میں جب کبھی اس قسم کا کوئی واقعہ ہوتا ہے تو آسمان سر پر اٹھا لیا جاتا ہے گویا کہ کوئی بہت بڑی قیامت آگئی ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ موجودہ متمدّن صنعتی دور نے ایسے مسائل پیدا کر دیئے ہیں جن کی بنا پر میاں بیوی کے تعلقات میں بہت زیادہ بگاڑ آ گیا ہے اور وہ ایک دوسرے سے الگ ہونے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ اور آج یہ رجحان ان ممالک میں سب سے زیادہ نظر آ رہا ہے جو خود کو ترقی یافتہ کہتے ہیں۔ چنانچہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے الفاظ ہیں۔

DIVORCE INCREASINGLY ACCEPTABLE IN THE INDUSTRIALIZE PARTS OF THE WORLD (VOL. III P. 586)

یعنی طلاق کا رجحان دنیا کے صنعتی علاقوں میں تیزی سے بڑھ رہا ہے۔

اس اعتبار سے دیکھا جائے تو صاف نظر آئے گا کہ قانون طلاق دورِ ظلمت یا دورِ جہالت کی نشانی نہیں بلکہ موجودہ ترقی یافتہ دور کی ایک اہم ترین معاشرتی ضرورت ہے۔ چنانچہ اس کا لاکھ انکار کیا جائے اور اسے

لاکھ برا بھلا کہا جائے وہ ایک تلخ ترین حقیقت ہے جسے اپنائے بغیر چارہ نہیں ہے ۔ بالفاظ دیگر یہ وہ خلائی قانون ہے جسے انسان زیادہ دیر تک ٹھکرا نہیں سکتا بلکہ چار و ناچار اسے قبول کرنا ہی پڑتا ہے ۔

تعدّد ازدواج کی طرف رجوع

اسی طرح تعدّد ازدواج (POLYGAMY) کا بھی معاملہ ہے چنانچہ اسلام نے بعض تمدنی و معاشرتی ضروریات کے تحت مرد کو چند شرائط کے ساتھ ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی اجازت دی ہے ۔ مگر جو قومیں قانونی اعتبار سے اس کی اجازت دینے کے لیے تیار نہیں وہ ناجائز تعلقات یعنی زناکاری کا دروازہ کھولتی ہیں ۔ اور ایسی قوموں کو غیر قانونی طور پر بہت سی داشتائیں رکھنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور وہ اسے حقوقِ نسواں کے خلاف بھی نہیں سمجھتیں ۔ کیا یہ ایک عجیب بات نہیں ہے ؟ واقعہ یہ ہے کہ مغربی قومیں تعدّد ازدواج کا انکار کرتے ہوئے بھی عملاً اس پر عامل نظر آرہی ہیں ۔ کیا یہ فکر و عمل کا کھلا ہوا تضاد نہیں ہے ؟ ایک عورت کی توہین اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتی ہے کہ چند دن اس سے لطف اندوز ہونے کے بعد اسے ایک مسلی ہوئی کلی کی طرح پھینک دیا جائے ؟ وہ بیچاری نہ اِدھر کی رہتی ہے نہ اُدھر کی ۔ اس سے یہی بہتر ہے کہ قانونی طور پر مرد کو ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی اجازت دے دی جائے ۔ اس مسئلہ کا ایک اور افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ حرامکاری کی اس زد میں آنے والے ہزاروں لاکھوں بچے سڑکوں پر مارے مارے پھر رہے ہیں جن میں مجرمانہ ذہنیت پروان چڑھ رہی ہے ۔ اور مغربی ممالک میں جرائم کی جو وبا پھیل گئی ہے اس کا ایک بہت بڑا سبب یہی آوارہ بچے ہیں جن کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہے ۔ زناکاری خاندانی نظام کے منافی ہے جس کے نتائج جلد یا بدیر بھگتنے ہی پڑتے ہیں ۔ اور یہ سارے نتائج کلیسا (چرچ) کی افراط و تفریط کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں ۔

حاصل یہ کہ آج مغربی ملکوں میں تعدّد ازدواج قانوناً ممنوع ہونے کے باعث حرامکاری اور اباحیت پسندی اتنی بڑھ گئی ہے کہ وہاں کے دانشور پریشان ہیں اور اب مجبوراً تعدّد ازدواج کے جواز میں آوازیں اُٹھ رہی ہیں ۔ ظاہر ہے کہ انسان خدائی قوانین سے بغاوت کر کے کوئی صالح معاشرہ تشکیل نہیں دے سکتا ۔ بلکہ اس کے مضر نتائج سے ضرور دوچار ہونا پڑتا ہے ۔ اسلامی شریعت کی معقولیت و برتری کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہوسکتی ہے کہ انسان کسی بھی حال میں ان ربانی ضوابط سے مستغنی نہیں ہوسکتا ۔ بلکہ ربانی ضوابط سے اعراض کی اسے بہت بڑی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے ۔ پھر بعد از خرابی بسیار اضطراری طور پر اسے اس چشمۂ صافی کی طرف لوٹنا ہی پڑتا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح خالق ارض و سما کی تخلیقات میں کوئی عیب نہیں ہے ، اسی طرح اس کے عطا کیے ہوئے شرعی ضوابط میں بھی کسی قسم کا نقص نہیں ہے بلکہ ان دونوں کا سرچشمہ ایک ہی ہے ۔

اسلامی قانون آسان و معتدل

اس سلسلے میں یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہیئے کہ غیر قوموں کے قوانین چونکہ ان کے اپنے صحیفوں اور شاستروں کی رو سے نہایت درجہ سخت اور پیچیدہ رہے ہیں اس لیے ان میں تبدیلیاں کی جا رہی ہیں اور آسان پہلوؤں کو تلاش کیا جا رہا ہے۔ مگر اس کے برعکس اسلامی قانون چونکہ اپنے پہلے ہی دن سے نہایت درجہ آسان ضوابط پر مشتمل ہے اس لیے اس میں تبدیلی کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں خود قرآن حکیم اس اصول کی وضاحت اس طرح کرتا ہے۔

يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ : اللہ تمھارے ساتھ آسانی چاہتا ہے۔ تنگی نہیں چاہتا۔ (بقرہ ۱۸۵)

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ : اس نے دین میں تم پر کسی طرح کی سختی نہیں کی (حج ۷۸)

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ : اللہ یقیناً اعتدال اور بھلائی کا حکم کرتا ہے۔ (نحل ۹۰)

اسی وجہ سے اسلام کو دینِ فطرت بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی اس کے تمام احکام و قوانین فطری اور معتدل ہیں اور ان میں کسی قسم کی افراط و تفریط نہیں ہے۔

الغرض اسلام فطری اور سادہ ضوابط پر مشتمل ایک آسان دین ہے جسے دینِ رحمت بھی کہا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اس کے تمام احکام حد درجہ سادہ اور معتدل و متوازن ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت درجہ معقول اور حکیمانہ بھی ہیں، جن پر عمل کر کے انسانی معاشرہ ابدی سعادتوں سے متمتّع ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غیر قومیں چار و ناچار باشعوری و غیر شعوری طور پر اسلام کے آسان اور فطری ضوابط کی طرف رجوع کر رہی ہیں۔ مگر اس کے باوجود یہ بھی ایک حیرت انگیز روش ہے کہ مستشرقانہ ذہنیت رکھنے والے افراد محض اسلام دشمنی کی خاطر اس فطری اور بے عیب قانون کو بدنام کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اور اسلام کے بعض نادان دوست ان کی ہاں میں ہاں ملا کر اسلامی قانون کو مشکل اور پیچیدہ بنا دینا چاہتے ہیں۔ اور یہ سارا کھیل عورتوں کے حقوق کے نام پر کھیلا جا رہا ہے۔ گویا کہ فرقہ پرستوں کو مسلمان عورت سے بڑی ہمدردی ہے۔

تاریخ کا ایک انوکھا واقعہ

موجودہ دور کا ایک حیرت انگیز واقعہ ملاحظہ ہو کہ جن جن قوموں کا عائلی قانون (FAMILY LAW) مشکل و پیچیدہ تھا وہ اُسے سہل اور آسان بنانے اور نئے صنعتی دور کے مسائل حل کرنے کی غرض سے اسلامی قانون کی طرف رجوع کر رہی ہیں تو دوسری طرف یہی قومیں اسلام کی عظمت و برتری کا اعتراف کرنے اور اس کی ممنون ہونے

کے بجائے الٹا اسے بدنام کرتے ہوئے اس پر طرح طرح کے غلط الزامات عائد کر رہی ہیں اور کبھی یکساں سول کوڈ کی بات کرتی ہیں۔ شاید انہیں اسلامی قانون کی آسانی ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ لہٰذا وہ محض حسد اور کینہ توزی کی بناء پر اسے مشکل اور اپنے قوانین کو کچھ آسان کر کے حساب برابر کر دینا چاہتی ہیں تاکہ بدلیں تو دونوں یکساں بدل جائیں اور اسلامی قانون کی برتری باقی نہ رہے۔ شاید یکساں سول کوڈ کی تحریک کے پیچھے یہی ذہن کام کر رہا ہوگا۔ یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسلامی قانون کی طرف مزید پیش رفت اس طرح کرنے کا ارادہ ہو کہ انہیں اسلام کا شکریہ ادا کرنے کی نوبت نہ آسکے۔ ظاہر ہے کہ یہ تاریخ عالم کا ایک انوکھا اور عجیب وغریب واقعہ ہے۔

بہرحال موجودہ ترقی یافتہ قوموں کا اسلامی قانون کی طرف رجوع کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ ایک ترقی یافتہ قانون ہے۔ ظاہر ہے کہ جو قانون موجودہ ترقی یافتہ دور کی رہنمائی کرنے والا ہو بلاشبہ ترقی یافتہ کہلائے گا۔ اور اس کا انکار ایک حقیقتِ واقعہ کا انکار ہے۔ اس اعتبار سے موجودہ متمدن قومیں اپنی زبان وقلم سے اسلامی احکام کی لاکھ مذمت کریں اور انہیں دورِ وحشت کی یادگار قرار دینے میں کتنے ہی پینترے کیوں نہ بدلیں مگر ان کا عمل یہ ثابت کر رہا ہے کہ اسلامی قانون ایک معقول اور برتر ضابطۂ حیات ہے۔ چنانچہ اس صورتِ حال پر "جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے" والی کہاوت صادق آتی ہے۔ غرض ؎

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا۔

اسلام ایک کامل ضابطۂ حیات

خلاصۂ بحث یہ کہ اسلام ایک جامع اور کامل دستور العمل ہے، جس میں عقائد و عبادات اور معاملات زندگی کے تمام اصول وضوابط اپنے روزِ اول ہی میں یکبارگی اس طرح پیش کر دیئے گئے ہیں کہ چودہ سو سال گزر جانے کے باوجود ان کی کاملیت اور تروتازگی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اسی بناء پر دنیا کے بعض بڑے بڑے اور مشہور دانشور اسلامی تعلیمات کی جامعیت و کاملیت پر انگشت بدنداں ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ کسی انسان کے بنائے ہوئے ضوابط ہوتے تو وہ لیل ونہار کی گردش کے باعث کبھی کے ازکار رفتہ ہو جاتے۔ جب کہ اس عرصہ میں دیگر مذاہب کا حلیہ ہی بگڑ کر رہ گیا ہے۔ مگر اتنی صدیاں گزر جانے کے باوجود ان کی جدت اور تب وتاب میں کوئی فرق نہ آنا بلکہ اقوامِ عالم کا ان کی طرف اضطراری طور پر رجوع کرنا، ظاہر کرتا ہے کہ وہ کسی انسان کے بنائے ہوئے قوانین نہیں بلکہ اس برتر وبابرکت ہستی کی طرف سے نازل شدہ ضوابط ہیں جس نے زمین وآسمان اور آفتاب و ماہتاب کی تخلیق کی ہے اور تمام مادی اشیاء کو ایک نفیس وبے عیب ضابطہ کا پابند بنایا ہے۔ لہٰذا انسان کی سعادت وخوش بختی اسی میں ہے کہ وہ اپنے اس مالک حقیقی کے حضور میں اپنا سرِ نیاز جھکا کر اپنی عبدیت اور عجز وانکساری کا اظہار کرے، نہ کہ اس کا انکار کرکے

اس کے پاک و مقدس قوانین کا مذاق اڑائے۔ ورنہ اسے اپنے انجام بد سے ضرور دوچار ہونا پڑے گا۔

اسلامک لاکونسل کے اغراض ومقاصد

واقعہ یہ ہے کہ آج اسلامی دین وشریعت پر چاروں طرف سے حملے ہو رہے ہیں اور اسلامی قانون کو بدنام کرنے کی غرض سے اس پر طرح طرح کے بے بنیاد الزامات عائد کیے جا رہے ہیں، جو اس ملک میں فرقہ پرستوں اور سیاست والوں کی ایک سوچی سمجھی سازش ہے۔ اور اس سلسلے میں نیشنل میڈیا کا رول انتہائی زہریلا اور مخاصمانہ ہے۔ مگر سب سے زیادہ عجیب وغریب رویہ ہمارے بعض کرمفرماؤں کا ہے جو اس نازک موقع پر گمراہ کن تحریکوں کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے ملت فروشی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ لہٰذا ہمیں ان تمام لادینی تحریکوں اور مار آستینوں سے ہوشیار رہ کر ملت کی تعمیر نو کا فریضہ انجام دینا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں اسلامک لاکونسل کے پیش نظر اس وقت جو سب سے بڑا منصوبہ ہے وہ یہ ہے کہ اسلامی قانون کے بارے میں جو غلط فہمیاں اور جو شکوک وشبہات پائے جاتے ہیں انہیں معقول ومدلّل طور پر دور کر کے اس کی عظمت وبرتری ثابت کی جائے اور خاص کر انگریزی زبان میں چھوٹے چھوٹے کتابچے اور پمفلٹ وغیرہ شائع کر کے انہیں زیادہ سے زیادہ لوگوں اور بالخصوص غیر مسلموں تک پہنچایا جائے تاکہ نیشنل میڈیا کے ذریعہ پھیلائے گئے پروپگنڈے اور زہر کا علاج ہو سکے اور اسلامی قانون پر شبخون مارنے والوں کو روکا جا سکے۔

غرض آج ضرورت ہے کہ اسلامی قانون پر نئے سرے سے کام کیا جائے اور زمانے کے مزاج کے پیش نظر نئے انداز کا تحقیقی لٹریچر تیار کیا جائے۔ تاکہ ہم اس ملک میں ایک نئی تاریخ اور ایک نئے باب کا آغاز کر سکیں۔ مگر یہ عظیم کام اس وقت تک پورا نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہماری ملّت کے تمام طبقات آپسی اختلافات اور قابتوں کو فراموش کر کے مل کر کام نہ کریں اور باہمی تعاون کے ساتھ برادران وطن کے سامنے اسلام کی صحیح اور صاف تصویر پیش کر کے انہیں اسلامی سرچشمۂ حیات سے قریب تر کر دیں۔ تاکہ جس کو جینا ہو وہ دلیل دیکھ کر جیئے اور جسے مرنا ہو وہ دلیل دیکھ کر مر جائے۔ اسی غرض سے آج کا یہ کنونشن بلایا گیا ہے تاکہ علماء ووکلاء اور صحافی ودانشور تمام حضرات مل جل کر کام کریں اور ایک متحدہ لائحہ عمل تیار کر کے اس عظیم کام کو آگے بڑھائیں۔ چنانچہ۔ ارشادِ باری ہے۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا : تم سب اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑے رہو اور آپس میں تفرقہ مت پیدا کرو (آل عمران : ۱۰۳)

آخری بات

مجھے امید ہے کہ دیار ہند میں ملت اسلامیہ کے احیاء اور چراغ شریعت کی تب وتاب کو قائم رکھنے کی خاطر آپ تمام حضرات کا تعاون اسلامک لاکونسل کو حاصل رہے گا۔ اگر تمام مسلمان متفق ومتحد ہو کر کام کریں تو وقت کے دھارے کو موڑا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ خداوند قدوس کا آخری دین اور آخری شریعت ہے جسے اس نے تمام ادیان پر غالب کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ اگر ہمیں زندہ رہنا ہے تو زندہ قوموں کی طرح جینا ہوگا۔ غرض ہمیں اپنی قومی وملی زندگی کی بقا کے لیے بہت کچھ کرنا ہے اور اپنی تقدیر خود بنانی ہے۔ اگر ہم اپنی مدد آپ نہیں کرتے تو پھر کوئی دوسرا ہماری مدد نہیں کرے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس سلسلے میں صاف صاف فرماتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ : اللہ کسی قوم کی حالت کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنی حالت کو خود نہ بدلیں (رعد ۱۱)

اسی حقیقت کو شاعر مشرق علامہ اقبالؒ نے اس طرح بیان کیا ہے ؎

خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

قارئین سے گذارش

ماہنامہ الحق اپنے پروردگار کے فضل وکرم اور اپنے مخلصین کی سرپرستی وتعاون سے بحمد اللہ ۲۹ سال سے علم دین اور ملک وملت کی مقدور بھر خدمت کر رہا ہے پرچے کا بنیادی مقصد دعوت دین، اور اعلاء کلمۃ اللہ ہے خالص تبلیغی اور دینی نقطہ نظر سے ہماری یہ امکانی کوشش رہی ہے کہ پرچہ کی طباعت عمدہ اور معیاری ہو مگر مسلسل مہنگائی اور غیر ملکی شرح ڈاک میں وہ بار بار اضافوں کی صورت حال کے پیش نظر مجبوراً الحق کے سالانہ بدل اشتراک میں جنوری ۱۹۹۴ء سے معمولی سا اضافہ کر کے سالانہ چندہ ۱۰۰ روپے کیا جا رہا ہے امید ہے کہ جملہ قارئین ادارہ کی مشکلات کے پیش نظر اپنا تعاون حسب سابق جاری رکھیں گے۔ البتہ جن قارئین کا سالانہ بدل اشتراک موصول ہو چکا ہے ان سے سالانہ بدل اشتراک کے اختتام تک کوئی اضافی رقم نہیں لی جائے گی۔

بیرون ملک قارئین کے لیے سالانہ بدل اشتراک بذریعہ ہوائی جہاز ۲۵ امریکی ڈالر ہیں۔ (ادارہ)